بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

غنچہ دہنی ختم تھی ہم شکلِ نبیؐ پر ۱ شیریں سخنی ختم تھی ہم شکلِ نبیؐ پر
نازک بدنی ختم تھی ہم شکلِ نبیؐ پر گُل پیرہنی ختم تھی ہم شکلِ نبیؐ پر

آغوش میں خورشیدِ امامت کے پلے تھے
سب عضوِ بدن نور کے سانچے میں ڈھلے تھے

نہ طُور میں یہ نور، نہ خورشید میں یہ ضَو ۲ تھا رشکِ مہِ چاردہُم حُسن کا پرتَو
کٹتا تھا تراشے ہوئے ناخن سے مہِ نَو تھیں ایک سراپا میں بھری خوبیاں سَو سَو

اس حُسن پہ نے مہر کو، نے ماہ کو دیکھا
دیکھا جو اسے قدرتِ اللہ کو دیکھا

صانع نے بنائی تھی فقط نور کی تصویر ۳ تھا فخرِ حسینانِ جہاں یوسفِ شبیرؑ
جھڑتے تھے عجب پھول دہن سے دمِ تقریر کیا خُلقِ حسنؑ رکھتا تھا وہ صاحبِ توقیر

آواز سے جان آتی تھی مُردوں کے بدن میں
اعجازِ مسیحائی تھا ایک ایک سخن میں

آئینۂ رخ آئینۂ رؤئے محمدؐ ۴ اور گیسوؤں میں نکہتِ گیسوئے محمدؐ
اِجلالِ علیؑ، خُلقِ حسنؑ، خوئے محمدؐ آتی تھی تنِ پاک سے خوشبوئے محمدؐ

تنہا نہ تھا حسنِ شہِ لولاک کا جلوہ
اُس نور میں تھا پنجتنِ پاک کا جلوہ

تھا صورتِ محبوبِ خدا خلق میں ممتاز ۵ قامت وہی موزوں، وہ رفتار کا انداز
لہجہ بھی وہی اور وہی لب اور وہی آواز تقریر وہ تقریر کہ ہو شبہۂ اعجاز

عالم کو یقیں سیدِ لولاک کا ہوتا
سایہ جو زمیں پر نہ تنِ پاک کا ہوتا

گردن وہ کہ آئینۂ مہتاب سے شفّاف ۶ شانے وہ کہ دشوار ہے جن شانوں کا اوصاف
ہاتھ ایسے کہ آنکھوں پہ رکھیں صاحبِ انصاف سینہ تھا کہ اک تختۂ بلّور تھا تا ناف

یہ شور سدا رہتا تھا مشتاقوں کی صف میں
ہے مُوئے کمر، بال ہے یا دُرِّ نجف میں

قد غیرتِ شمشاد ہے، رخ رشکِ چمن ہے ۷ غنچہ ہے جہاں سر بہ گریباں، وہ دہن ہے
گویا ثمرِ نخلِ بدن سیبِ ذقن ہے اور موئے کمر رشتۂ گلدستۂ تن ہے

کس شے میں ہے خوشبو رخ و کاکل سے زیادہ
وہ گُل سے زیادہ ہے، یہ سنبل سے زیادہ

جب گھر سے نکلتا تھا وہ شبیرؑ کا دلدار ۸ ہوجاتی تھی یک ایک گلی مصر کا بازار
روز آتے تھے کوسوں سے زیارت کے طلبگار ایک ایک سے آپس میں یہی کرتا تھا گفتار

جس نے کہ نہ دیکھا ہو جوانی میں نبیؐ کو
وہ دیکھ لے ہم شکلِ رسولِ عربی کو

جس ورز سے پیدا ہوا وہ گیسوؤں والا ۹ مادر کی طرح باپ نے آغوش میں پالا
فرماتے تھے منہ چوم کے ہر دم شہِ والا ہم شکلِ پیمبرؐ ہے مرے گھر کا اجالا
کیوں کر نہ فدا ہُوں کہ یہ سایہ ہے نبیؐ کا
اس ماہ نے دیدار دکھایا ہے نبیؐ کا

اوجھل کبھی آنکھوں سے نہ کرتے تھے پسر کو ۱۰ اکبرؑ ہی کا منہ دیکھ کے اٹھتے تھے سحر کو
تسلیم کو جھکتے تھے وہ نہوڑا کے جو سر کو کہتے تھے لگا چھاتی سے اس رشکِ قمر کو
اس چہرے کے، اس زلفِ گرہ گیر کے صدقے
فرزندِ پیمبر، تری تصویر کے صدقے

اکبرؑ کو بھی تھا باپ سے اک عشق کا عالم ۱۱ بے سبطِ نبیؐ چین نہ آتا تھا کوئی دم
یہ عرض تھی جاتے جو کہیں سیّدِ اکرم یاشاہ ٹھہر جاؤ تو ہمراہ چلیں ہم
خوفِ نظرِ بد سے نہ لے جاتے تھے حضرت
چھُپ کر علی اکبرؑ سے چلے جاتے تھے حضرت

اُٹھتے جو نمازِ سحری پڑھنے کو سروَر ۱۲ اٹھ بیٹھتے تھے ساتھ پدر کے علی اکبرؑ
جاتے جو سوئے روضۂ پُر نورِ پیمبرؐ پکڑے ہوئے انگلی یہ چلے جاتے تھے باہر
سب کہتے تھے شانِ قمر و مہر کو دیکھو
لودن کو قِرانِ قمر و مہر کو دیکھو

عمامہ وہ چھوٹا سا، وہ گیسو، وہ رخِ پاک ۱۳ چھوٹی سی عبا، نور کا تن، نور کی پوشاک
دیکھے سے جسے ہوئے قمر مثلِ کتاں چاک تکمے سے گریباں کے خجل اخترِ افلاک
اک اوس سی پڑ جاتی تھی گلہائے چمن پر
بس قطع تھا زیبائی کا جامہ اسی تن پر

باؔنو نے کبھی آنکھ سے اک پل نہ کیا دُور ۱۴ فرزندوں سے مادر کی محبت تو ہے مشہور
ماں کو وہی منظور تھا، جو تھا اُسے منظور زینت وہی گھر کی تھا، وہی آنکھوں کا تھا نور
خوش دیکھ کے چھاتی سے لگا لیتی تھی باؔنو
روتا تھا جو فرزند تو رو دیتی تھی باؔنو

اس لعل کی خدمت کے سوا اور نہ تھا کام ۱۵ زلف و رخِ اکبرؑ پہ نظر تھی سحر و شام
ماں رہتی تھی بیدار، پسر کرتا تھا آرام باؔنو کے تنِ پاک کی جاں تھا وہ گُل اندام
نظروں سے چھپے گر، نہ رہی جان بدن میں
جب آگئے باہر سے تو جان آگئی تن میں

سرمہ کبھی آنکھوں میں دیا نورِ نظر کے ۱۶ گہہ شانہ کیا زلفوں میں سر زانو پہ دھر کے
پروانہ سی پھرتی تھی کبھی گرد پسر کے منہ رکھتی تھی منہ پر کبھی اس رشکِ قمر کے
بُوئے تنِ ہم شکلِ نبیؐ بھاتی تھی اس کو
منہ رکھتی تھی سینے پہ تو نیند آتی تھی اس کو

جب کہتے یہ امّاں تو وہ کہتی تھی میں قربان ۱۷ بے دل نہ ہو اکبرؑ، یہی رہتا تھا اسے دھیان
کہتی تھی وہ جب بیبیاں کچھ آتی تھیں مہمان پہلے ہی مُہَیّا کیا تھا بیاہ کا سامان
ٹھہراؤ کہیں بیاہ مِرے رشکِ چمن کا
سہرا ہے یہ اکبرؑ کا، یہ جوڑا ہے دلھن کا

وہ دن ہو کہ اللہ بنا دے اسے نوشاہ ۱۸ کیوں صاحبو بیٹا ہے مرا چودھویں کا ماہ
جیسا ہے یہ ایسی ہی دلھن دے اسے اللہ اب نامِ خدا بیاہ کے قابل ہے یہ ذی جاہ
جلدی کہیں حاصل مِری امید ہو یارب
اس گھر میں قِرانِ مہ وخورشید ہو یارب

یہ نذر ہے جس روز دلھن بیاہ کے لاؤں ۱۹ مرقد پہ محمدؐ کے میں لے کر اسے جاؤں
اورگرد دلھن، دولھا کو روضے کے پھراؤں پھر گھر میں بڑی دھوم سے لے کر اسے آؤں
ہو ساتھ سواری کے ہجوم اہلِ وطن کا
آگے میں ہوں اور پیچھے محافہ ہو دلھن کا

سُنتے تھے جو یہ بانوئے آفاق کی تقریر ۲۰ منہ پھیر کے رو دیتے تھے تب حضرتِ شبیرؑ
رونے کا سبب پوچھتی گر آن کے ہمشیر فرماتے تھے جو چاہے کرے مالکِ تقدیر
بہتر ہے جو اللہ کو منظورِ نظر ہے
غم ہوگا کہ شادی، کسے قسمت کی خبر ہے

زینبؑ کی محبت سے تو ماہر ہے خدائی ۲۱ بلبل نے تو یہ گُل کی محبت نہیں پائی
سب دولت و حشمت علی اکبرؑ پہ لٹائی دم بھر نہ گوارا تھی بھتیجے کی جدائی
بیٹوں کو تو بھائی کی غلامی میں دیا تھا
فرزندی میں ہم شکلِ پیمبرؐ کو لیا تھا

کہتی تھی ہر اک سے کہ خوشا میرا مقدّر ۲۲ ماں فاطمہ زہراؑ ہے، پدر ساقئ کوثر
شبیرؑ سا دنیا میں ملا ہم کو برادر بیٹا بھی دیا حق نے تو ہم شکلِ پیمبرؐ
قائم رہے یہ گیسوؤں والا مِرے گھر میں
ہے نورِ محمدؐ سے اجالا مِرے گھر میں

چھاتی سے لگاتی تھی جو اکبرؑ کو بلا کر ۲۳ حیرت سے پسر دیکھتے تھے جانبِ مادر
فرماتی تھیں عاشق ہوں تمھاری بھی مقرّر پر سچ کہوں پیارے نہیں اکبرؑ کے برابر
بیٹا مِرا ہم شکلِ رسولِ دوسرا ہے
تم ہو تو کفِ خاک ہو، یہ نورِ خدا ہے

۲۴
صدقے گئی پر تم نے یہ دولت نہیں پائی ہر چند نہیں تم میں کچھ اور ان میں جدائی
آقا کے تو آقا ہیں یہ، اور بھائی کے بھائی شہزادۂ عالم انھیں کہتی ہے خدائی
خادم کی طرح ان کی غلامی میں رہو تم
بھائی یہ کہیں گر تو خداوند کہو تم

۲۵
ہم نامِ خدا، شاہِ نجف، ساقیٔ کوثر صدقے گئی تم جانتے ہو رتبۂ حیدرؑ
باندھے رہے ہاتھوں کو مگر پیشِ پیمبرؐ تھا فوق زمانے میں یداللہ کو سب پر
کعبے میں چڑھے دوشِ شہنشاہِ اُمم پر
پر فخر سے آنکھوں کو بھی ملتے تھے قدم پر

۲۶
چھوٹا ہے یہ رتبے میں، بڑوں سے ہے دوبالا کس شخص کی تصویر ہے یہ گیسوؤں والا
میری بھی سعادت ہے جو اس لال کو پالا تعظیم کیا کرتے ہیں اس کی شہِ والا
دنیا میں سلامت جو یہ گلفام رہے گا
ہم شکلِ پیمبرؐ سے مِرا نام رہے گا

۲۷
تم دونوں اِدھر اور اُدھر ہوگے کھلے سر نکلے گا جو اس گھر سے جنازہ مِرا باہر
یہ گریہ و زاری کی ہے جا وائے مقدّر کاندھا مِرے تابوت کو دے گا علی اکبرؑ
زینب کو یقیں تھا مجھے یہ دفن کریں گے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی پہلے مریں گے

۲۸
اٹھارہ برس کے ہوئے جب اکبرِ دلگیر اب کاتبِ اخبارِ عزا کرتے ہیں تحریر
دعوت کے عوض جمع تھے تیغ وتبر و تیر غربت میں گرفتارِ مصیبت ہوئے شبیرؑ
وہ پیاس سے مرتے تھے جو نازوں کے پلے تھے
تلواریں تھیں اور آلِ محمدؐ کے گلے تھے

غل تھا کہ کرو فاطمہؑ کے گھر کی صفائی ۲۹ تھی لاکھ جوانوں کی بہتّر پہ چڑھائی
بابا سے بچھڑ تا تھا پسر، بھائی سے بھائی شہ دیکھتے تھے لٹتی تھی زہراؑ کی کمائی
جو شخص کہ زندہ تھا وہ مرنے پہ تُلا تھا
حوریں نظر آتی تھیں، درِ خلد کھُلا تھا

جا پڑتے تھے ہنستے ہوئے تلواروں کے منہ پر ۳۰ لہریں جو دکھاتا تھا انھیں چشمۂ کوثر
جنّت کے دریچوں سے ہوا آتی تھی فرفر گرمی میں پسینے سے جو ہوتا تھا بدن تر
کہتے تھے کہ خادم ہیں ولی ابنِ ولی کے
سَو سر ہوں تو قربان حسینؑ ابنِ علیؑ کے

گُلچینِ گُلستانِ شہادت ہوئے عباسؑ ۳۱ جب رو چکے قاسمؑ کو شہِ بیکس و بے آس
کوئی علی اکبرؑ کے سوا پھر نہ رہا پاس بھائی جو ہوا قتل تو جینے سے ہوئی یاس
بیتاب تھے تھامے ہوئے ہاتھوں سے کمر کو
تکتا تھا پسر باپ کو اور باپ پسر کو

سینے کو سپر کردیں کلیجے کو بچائیں ۳۲ شہ چاہتے تھے مرنے کو پہلے ہمیں جائیں
میدان سے بابا مِرے لاشے کو اٹھائیں اکبرؑ کا ارادہ تھا کہ ہم برچھیاں کھائیں
جب شاہ نظر کرتے تھے شمشیرِ دودم پر
ہم شکلِ نبیؐ دَوڑ کے گرتے تھے قدم پر

زینبؑ کو تو دیکھ آؤ ذرا خیمے میں جا کر ۳۳ شہ کہتے تھے فرزند کو چھاتی سے لگا کر
وہ کہتا تھا ہاں جائیں گے ہم برچھیاں کھا کر پھر آئیو یہ چاند سی تصویر دکھا کر
منہ معرکۂ جنگ سے موڑا نہیں جاتا
اس وقت میں حضرت کو تو چھوڑا نہیں جاتا

شہ کہتے تھے اے جانِ پدر ہم کو نہ روکو　۳۴　ماں بہنوں کی لو جا کے خبر ہم کو نہ روکو
اُمّت پہ فدا کرنے دو سر، ہم کو نہ روکو　احسان تمھارا ہے اگر ہم کو نہ روکو
ہم نے وہ سہے رنج کہ کچھ کہہ نہیں سکتے
اللہ، تم اک داغِ پدر سہہ نہیں سکتے

جب جانیں کہ صابر ہو تم اے اکبرؑ دلگیر　۳۵　دیکھا کرو اور ہم پہ چلیں نیزہ و شمشیر
خنجر مری گردن پہ ہو اور سینے پہ بے پیر　اس وقت کہو تم یہی جو خواہشِ تقدیر
ریتی پہ ہمارے تنِ صد پاش کو دیکھو
ٹکرے سُمِ اسپاں سے مِری لاش کو دیکھو

اکبر نے کہا خالقِ اکبر نہ دکھائے　۳۶　یا شاہ کہاں سے یہ کلیجہ کوئی لائے
شہ بولے پدر دیکھے، پسر برچھیاں کھائے　دنیا میں رہے پیر، جواں مرنے کو جائے
جو کہتے ہو بابا سے بجا کہتے ہو بیٹا
انصاف بھی لازم ہے یہ کیا کہتے ہو بیٹا

جو ہم نے سہے زخم یہ دل پر کوئی کھاتا　۳۷　ننھے سے کوئی بھانجے ہاتھوں سے گنواتا
عباسؑ سے بھائی کا کوئی داغ اٹھاتا　ایُّوبؑ سے صابر کا کلیجہ نکل آتا
شبیرؑ کسی رنج میں مجبور نہیں ہے
پر داغِ پسر سہنے کا مقدور نہیں ہے

اکبرؑ نے یہ کی عرض کہ یا سیّدِ ابرار　۳۸　یاد آپ کریں صبرِ خلیلِ جگر افگار
خود بیٹے کی گردن پہ رکھا خنجرِ خونخوار　فرمایا کہ سچ کہتے ہو پر اے مِرے دلدار
زندہ پسر ان کا تو ملا اُن کے گلے سے
تم پھر کے نہیں آؤ گے تیغوں کے تلے سے

دو جان کا اکبرؑ ترے جانے میں زیاں ہے ۳۹ تو زینبِ بیکس کے تنِ زار کی جاں ہے
مرنا ترا دیکھے یہ اُسے تاب کہاں ہے بانوؑ کا تو پھر حق بہ طرف ہے کہ وہ ماں ہے
مادر کو قسم رونے کی دے لوگے تو جانا
زینبؑ سے رضا مرنے کی لے لوگے تو جانا

ہم شکلِ نبی کو تو نہ کچھ بات بن آئی ۴۰ فضّہ نے خبر جا کے یہ بانوؑ کو سنائی
لو بی بی ہوئی شاہ کے لشکر کی صفائی اب باپ میں اور بیٹے میں ہوتی ہے جدائی
کچھ پہلے تو باتیں تھیں شہنشاہِ اُمم سے
اب لپٹے ہوئے روتے ہیں بابا کے قدم سے

بانو نے کہا شاہ کو کیا مدّ نظر ہے ۴۱ وہ بولی کہ آفت میں محمدؐ کا پسر ہے
نے ہوش تمھارا ہے نہ کچھ اپنی خبر ہے ہر مرتبہ جھک جاتے ہیں یہ دردِ جگر ہے
صابر ہیں یہ، مضطر انھیں ہوتے نہیں دیکھا
میں نے کبھی اس درد سے روتے نہیں دیکھا

بیتابی میں بیٹے سے لپٹ جاتے ہیں ہر بار ۴۲ گہہ روتے ہیں پڑھتے ہیں کبھی درد کے اشعار
فرماتے ہیں صدقے میں ترے اے مرے دلدار چھاتی سے لپٹ جا کہ پدر تجھ کو کرے پیار
طاقت نہیں اب ضعف سے تھرّاتے ہیں شبیرؑ
اکبرؑ تو ہیں زندہ، یہ مرے جاتے ہیں شبیرؑ

گھبرا کے کہا بانوؑ نے ہے ہے غضب آیا ۴۳ بس اب نہ رکے گا، نہ رکے گا مِرا جایا
اصغرؑ کو تو گہوارے میں جلدی سے لِٹایا سر پیٹ کے یہ زینبِؑ بیکس کو سنایا
دوڑو مِری دولت پہ زوال آتا ہے بی بی
لال آپ کا مرنے کے لئے جاتا ہے بی بی

تم ڈیوڑھی پہ جاکر مِرے دلبر کو بلالاؤ ۴۴ مرجاؤں گی جلدی علی اکبرؑ کو بلا لاؤ
زینبؑ نے کہا سبطِ پیمبرؐ کو بُلالاؤ ہے ہے مِرے مظلوم برادر کو بُلا لاؤ
میں نکلوں گی گھر سے جو نہ یاں آئیں گے اکبرؑ
کیا باپ کے بے حکم چلے جائیں گے اکبرؑ

ماں بولی رضا دے چکے شاید انھیں سرؔور ۴۵ زینبؑ نے کہا یہ مجھے آتا نہیں باور
ہاں مجھ کو بھلا دیں تو بھلا دیں علی اکبرؑ پر بے مِری مرضی نہ رضا دیں گے برادر
اٹھارہ برس پالا ہے، مختار ہوں میں بھی
وہ بیٹے کے مالک ہیں تو حقدار ہوں میں بھی

آئے تو مِرے سامنے وہ گیسوؤں والا ۴۶ پوچھوں گی بتاؤ مجھے، کس نے تمھیں پالا
آغاز مسیں بھی ہوئی، سبزہ بھی نکالا اللہ !یہ بھُولے ہمیں جب ہوش سنبھالا
مادر سے رضا جنگ کی لینے کو نہ آئے
بیٹوں کا بھی پُرسہ ہمیں دینے کو نہ آئے

اے لال بھلا مجھ کو بھُلا یا تو بھُلایا ۴۷ بانوؔ کی محبت کا بھی کچھ دھیان نہ آیا
کس ماں نے تمھارے لئے اک جوگ کمایا خود راتوں کو جاگیں، تمھیں چھاتی پہ سُلایا
اس کو بھی بھلایا مرے پیارے علی اکبرؑ
نے ماں کے ہوئے تم، نہ ہمارے علی اکبر

یہ ذکر ابھی تھا کہ شہِ بحرو بر آئے ۴۸ اور باپ کے پیچھے علی اکبرؑ نظر آئے
چلّائی سکینہ مِرے بیکس پدر آئے نہوڑا لیا سر بانوؔ نے اور اشک بھر آئے
زینبؑ پسرِ نائبِ حیدرؑ سے نہ بولی
لیں شہ کی بلائیں، علی اکبرؑ سے نہ بولی

تھی جان تو اکبرؑ میں، نظر تھی سوئے شبیرؑ ۴۹ کہنا تھا کچھ اور بھائی سے کچھ کرتی تھی تقریر
فرماتے تھے حضرت کہ یہ کیا حال ہے ہمشیر دیکھو تو ذرا کہتے ہیں کیا اکبرِؑ دلگیر
وہ کہتی تھی میں کون ہوں، کیا مجھ سے کہیں گے
جو دل میں ہے ان کے وہ بھلا مجھ سے کہیں گے

بانوؔ نے اشارہ کیا با گریہ و زاری ۵۰ آزُردہ ہیں کچھ تم سے پھوپی جان تمھاری
منہ ڈھانپ کے روئی ہیں ابھی یہ کئی بار قدموں پہ گِرو پالنے والی کے میں واری
جو مرضی ہے ان کی وہی اب کیجیئو بیٹا
مرجانے کی رخصت نہ طلب کیجیئو بیٹا

سمجھے علی اکبرؑ کہ خفا ہیں پھوپی امّاں ۵۱ قدموں پہ گرے دوڑ کے بادیدۂ گریاں
لپٹا کے گلے سے وہ پکاری کہ مِری جاں زینبؑ ترے بابا کے فدا اور ترے قرباں
زندہ نہ محمدؑ ہے نہ اب عونؑ ہے بیٹا
تم مجھ کو نہ پوچھو تو مرا کون ہے بیٹا

تم صبح سے میداں میں سدھارے مرے دلدار ۵۲ جا جا کے میں ڈیوڑھی پہ پکار آئی کئی بار
واری مجھے دکھلا نہ گئے آخری دیدار اکبرؑ نے کہا نرغے میں تھے سیّدِ ابرار
تلواریں لیے اہلِ ستم گرد کھڑے تھے
عباسؑ کے لاشے پہ یہ بے ہوش پڑے تھے

بغلوں میں اگر ہاتھ میں دے کر نہ اٹھاتا ۵۳ بابا کو بڑی دیر تلک ہوش نہ آتا
نیزہ کوئی ظالم، کوئی شمشیر لگاتا گھر میں اگر آتا تو نہ پھر باپ کو پاتا
سب کہتے کہ بابا سے نہ الفت ہے پسر کو
چھوڑ آیا ستمگاروں میں مظلوم پدر کو

جب سنتیں پسر زندہ ہے اور مرگئے سرَور ۵۴ بتلایئے پھر دودھ مجھے بخشتیں مادر
میں جانتا تھا آپ ہیں شیدائے برادر یوں پیار نہ کرتیں کبھی چھاتی سے لگا کر
کہتیں نہ مِرے سامنے آوے علی اکبرؑ
کہہ دو مجھے صورت نہ دکھاوے علی اکبرؑ

میں آپ کے صدقے، نہ بلائیں مری لیجے ۵۵ لے آیا ہوں بابا کو صلہ کچھ مجھے دیجے
میدان میں مارے گئے سب بھائی بھتیجے ٹلتی ہے بلا شہ کی تصدُّق مجھے کیجئے
امّاں بھی خفا ہیں مجھے قدموں پہ گرا دو
پالا ہے تمھیں نے، تمہیں مرنے کی رضا دو

یہ وقتِ مصیبت ہے کہ مجھ پر کرو احسان ۵۶ حضرت سے کہا آپ سفارش کریں اس آن
مادر سے کہا آپ کے قدموں کے میں قربان چھاتی سے لگا لو کوئی دم کا ہوں میں مہمان
آزُردہ نہ ہونا کہ نہایت مجھے غم ہے
امّاں تمھیں میری ہی جوانی کی قسم ہے

بانوؔ نے کہا میں تو خفا کچھ نہیں واری ۵۷ میں کون، یہی ماں، یہی مالک ہیں تمھاری
راضی ہیں یہ رخصت پہ تو منگواؤ سواری تم سے تو نہ ان کو، نہ مجھے جان ہے پیاری
یہ خوش ہیں اگر تم سے تو خورسند ہوں میں بھی
مرضی ہے یہ ان کی تو رضامند ہوں میں بھی

مجھ کو تو فقط دودھ پلانے کی ہے الفت ۵۸ زینبؑ نے تو اٹھارہ برس کی ہے ریاضت
صدقے گئی جب رن کی یہی دیں تمھیں رخصت پھر روک سکوں میں، یہ بھلا مجھ میں ہے طاقت
دعویٰ ہے کنیزی کا مجھے بنتِ علیؑ سے
میں دودھ بھی اپنا تمھیں بخشوں گی خوشی سے

حسرت سے لگے دیکھنے اکبرؑ سوئے زینبؑ ۵۹ بانوؑ نے یہ ہم شکلِ پیمبرؐ سے کہا جب
پھر چھاتی سے لپٹو کوئی حجت نہ رہے اب زینبؑ نے کہا مجھ پہ کھُلا آپ کا مطلب
ہر چند سنبھلتا نہیں دل اے علی اکبرؑ
چھاتی پہ رکھی صبر کی سِل اے علی اکبرؑ

خیمے میں ہوا رخصتِ اکبرؑ کا تلاطم ۶۰ بابا کی طرف بیٹے نے دیکھا بہ تبسُّم
بابا کی ضعیفی پہ کیا خوب ترحُّم چلّائے شہِ دیں کہ مِری جان چلے تم
اس غم میں نہیں صبر کا یارا علی اکبرؑ
فریاد ہے تم نے ہمیں مارا علی اکبرؑ

گھوڑے پہ چڑھا لال، گرے حضرتِ شبیرؑ ۶۱ روتے ہوئے ڈیوڑھی پہ گئے اکبرِ دلگیر
محبوبِ خدا آتے ہیں تولے ہوئے شمشیر کی شمر سے جاکر یہ خبر داروں نے تقریر
ہم کہتے تھے دو دن کے نہ پیاسے کو ستاؤ
لو اور محمدؐ کے نواسے کو ستاؤ

روشن ہے جبیں، حُسنِ نبیؐ کی یہ ضیا ہے ۶۲ یہ احمدِؐ مرسل ہے قسم کھانے کی جا ہے
یوسفؑ بھی کرے ان کی غلامی تو بجا ہے انوارِ مہ و مہر کو یہ مرتبہ کیا ہے
مالک انھیں خالق نے کیا حشر کے دن کا
یہ آیۂ رحمت ہیں، ادب چاہیے ان کا

دنیا میں وہی ایک ہے تصویرِ پیمبرؐ ۶۳ بولا پسرِ سعد یہ ہے آمدِ اکبرؑ
ہاں فوج ہو تیار، چلیں نیزہ و خنجر اب خاتمۂ جنگ ہے، تنہا ہوئے سرور
بڑھ بڑھ کے جو لڑتے تھے وہ جانباز کہاں ہیں
صف باندھ کے روکیں، قدَر انداز کہاں ہیں

عباسِؑ علمدار کے قاتل کو بُلاؤ ۶۴ رستے پہ سواروں کے پرے جلد لگاؤ
کھینچے ہوئے تلواروں کو اے بھائیو جاؤ لاؤ سرِ اکبرؑ تو صلہ جنگ کا پاؤ
طاقت نہیں رہنے کی تنِ شاہِ اُمم میں
مرجائیں گے شبیرؑ جواں بیٹے کے غم میں

عباسؑ کے مرنے سے تو ہیں بیکس و مجبور ۶۵ ٹوٹی ہے کمر، ہوگئے ہیں جنگ سے معذور
زخموں سے جو ہووے گا برابر کا پسر چُور آنکھیں شہِ مظلوم کی ہوجائیں گی بے نور
خوں کا بھی نہ بیٹے کے عوض لیویں گے شبیرؑ
خود آ کے گلا تیغ پہ دھر دیویں گے شبیرؑ

یہ سنتے ہی لشکر کی صفیں ہوگئیں تیار ۶۶ ڈنکے پہ لگی چوب، علم کھُل گئے یک بار
بجلی سی چمکنے لگی ایک ایک کی تلوار ڈھالوں کا اٹھا چار طرف ابر دھواں دھار
شورِ دُہلِ حرب گزرتا تھا فلک سے
خیرہ تھی نظر برچھیوں کے پھل کی چمک سے

اک سمت کماندار قدم آگے بڑھا کر ۶۷ خم ہوگئے تیروں کو کمانوں سے ملاکر
کجبازوں نے سیدھا کیا نیزوں کو اٹھا کر کچھ آئے کمیں گہہ میں کمندوں کو بچھا کر
رونے کی ہے جا، واں تو یہ سامانِ وغا تھا
یاں اکبرؑ مظلوم تھے، یا سر پہ خدا تھا

ناگاہ زمیں رن کی ہوئی وادیٔ ایمن ۶۸ صحرائے بلا دور تلک ہوگیا روشن
نعرہ جو کیا شیر نے تھرّا گئے دشمن رشکِ مہِ نو بن گئے نقشِ سُمِ توسَن
ذرّوں نے نگاہوں سے ستاروں کو گرایا
گھوڑوں نے الف ہو کے سواروں کو گرایا

لو سلسلۂ زلفِ گرہ گیر کو دیکھو ٦٩ اک شور ہوا دلبرِ شبیرؑ کو دیکھو
اس ابروئے خمدار کی شمشیر کو دیکھو پیشانئ پُر نور کی تنویر کو دیکھو
وہ نور کی مِصباح ہے، یہ صاحبِ ضَو ہیں
کس اوج پہ اک بدر ہے اور دو مہِ نَو ہیں

وہ دیدۂ بے نور ہے، یہ مطلعِ انوار ۷۰ نرگس کہیں آنکھوں کو بھلا کیا اُولُوالاُبصار
گویا ورَقِ زر پہ رقم ہے خطِ گلزار یہ سبزۂ نَوخیز، یہ مہتاب سے رخسار
لب پر ہیں مسیں، حُسنِ شباب اِن سے عیاں ہے
لو آتشِ یاقوت کا دیکھو یہ دھواں ہے

آتی ہے نظر صاف دو رشتہ صفِ انجم ۷۱ دانتوں کی چمک دیکھ کے حیرت میں ہیں مردُم
ہے ان کا تبسّم نمکِ خوانِ تکلّم دیکھا نہیں غنچے میں یہ اندازِ تبسّم
کرتا ہوں جو وصفِ لبِ اعجاز بیاں کو
ہونٹوں کو زباں چاٹتی ہے، ہونٹ زباں کو

ہے طور کا شعلہ بھی چراغِ تہہِ دامن ۷۲ گردن نہ کہو نور کی اک شمع ہے روشن
اور شرم سے حوروں کی جھکی جاتی ہے گردن پروانہ ہے یاں روشنئ وادئ ایمن
پیاسا ہے یہ کم سمجھو نہ اس ماہ کی طاقت
ہے ساعد و بازو میں یداللہ کی طاقت

آئینۂ مہ نے یہ صباحت نہیں پائی ۷۳ کس منہ سے کہوں سینۂ انور کی صفائی
جلّادوں نے برچھی اُسی چھاتی پہ لگائی کیوں کر نہ کرے سینہ زنی ساری خدائی
سوراخِ جگر دیکھ کے ہم شکلِ نبیؐ کا
کیا حال ہوا ہوگا حسینؑ ابنِ علیؑ کا

پٹکے سے محمدؐ کے بندھی ہے کمرِ پاک ۷۴ اورزیبِ بدن ہے گی یدُاللہ کی پوشاک
جس جا پہ رکھے پاؤں شبیہِ شہ، لولاک کحلِ بَصَرِ اہلِ بصیرت ہے وہی خاک
ہاتھ آیا ہے غازی کو چلن شیرِ خدا کا
ثابت قدمی نام ہے نقشِ کفِ پا کا

ناگاہ بڑھی فوج، ہوا جنگ کا ساماں ۷۵ اور گھٹنے لگی طاقتِ جسمِ شہِ ذی شاں
شہزادے پہ جب پڑنے لگا تیروں کا باراں تلوار علم کر کے کہا یا شہِ مرداں
اک برقِ جہاں‌سوز چمکتی نظر آئی
جس صف پہ گری آگ بھڑکتی نظر آئی

نعروں سے بہادر کے دہلنے لگے ناری ۷۶ اس شعلۂ جوّالہ سے جلنے لگے ناری
سر پیچ کے لڑ نے کو نکلے لگے ناری ٹھہرے نہ قدم، ہاتھوں کو ملنے لگے ناری
میداں میں تو اس برقِ مجسّم نے جلایا
تن سرد ہوا جب تو جہنّم نے جلایا

تنہا تھے مگر فوجِ ستمگار کو روکا ۷۷ دوچار کو گھائل کیا، دوچار کو روکا
غازی نے سپر پر نہ کسی وار کو روکا روکا بھی تو تلوار پہ تلوار کو روکا
نیزے نے ستمگاروں کے دل توڑ دیے تھے
تلوار نے تلواروں کے منہ موڑ دیے تھے

ایک ایک زرہ پوش تہِ دامِ اجل تھا ۷۸ چار آئینہ والوں کو بھی حیرت کا محل تھا
غازی تھے جنھیں حوصلۂ جنگ و جدل تھا تیروں میں نہ پیکاں، نہ کسی برچھی میں پھل تھا
کیوں کر نہ عدو بھاگتے اس صف شکنی سے
حربوں کے بھی سر اُڑ گئے تھے تیغ زنی سے

۷۹
تلوار سے غازی نے کمانوں کو گرایا نیزوں کی تکاں سے تو سنانوں کو گرایا
گھوڑوں سے نمودار جوانوں کو گرا یا شانوں سے لعینوں کے نشانوں کو گرایا
جنگِ اسدُاللہ کے سب ڈھنگ دکھائے
تیغِ علی اکبرؑ نے عجب رنگ دکھائے

۸۰
گردن سے بڑھی آگے تو جوشن پہ نہ ٹھہری دوٹکڑے کیا خودوں کو گردن پہ نہ ٹھہری
کیا تن کی حقیقت تھی کہ توسن پہ نہ ٹھہری جوشن کو بھی جب کاٹ چکی تن پہ نہ ٹھہری
اسواروں کو جنبش نہ ہوئی خانۂ زیں پر
اللہ رے صفائی کہ یہ ٹھہری تو زمیں پر

۸۱
اوچھی سی کمر پر جو لگادی تو ہوئی پار اُٹّھی جو چمکتی ہوئی وہ برقِ شرر بار
پیدل پہ تو پیدل تھے اور اسوار پہ اسوار جس غول پہ جا پڑتے تھے تولے ہوئے تلوار
سوکھے ہوئے لب چاٹ کے دم لیتے تھے اکبرؑ
دو چار صفیں کاٹ کے دم لیتے تھے اکبرؑ

۸۲
میداں سے نہ اکبرؑ نے مگر باگ کو پھیرا گھوڑوں سے اُڑی گرد، ہوا رن میں اندھیرا
یاں حضرتِ شبیرؑ کو تشویش نے گھیرا چلّاتی تھی بانوؔ کہ پھر الال نہ میرا
اُٹھ اُٹھ کے کبھی دیکھتے تھے فوجِ ستم کو
کہتے تھے کہ لو کچھ نظر آتا نہیں ہم کو

۸۳
چلّاتے تھے ہاتھوں سے کلیجے کو سنبھالے ہر مرتبہ گردوں کو ہلا دیتے تھے نالے
آگے ترے اے لال خدا مجھ کو اٹھا لے آواز تو دے باپ کو اے گیسوؤں والے
تو باپ کو دنیا سے گزرتے ہوئے دیکھے
بابا تجھے مقتل میں نہ مرتے ہوئے دیکھے

کس صف میں ہو، کس غول سے ہوتی ہے لڑائی ۸۴ منہ پھیر کے صورت بھی نہ بابا کو دکھائی
پیارے کوئی برچھی تو نہیں چھاتی پہ کھائی تکبیر کی آواز بھی ہم تک نہیں آئی
ایسا نہیں یہ درد کہ موقوف ہو بیٹا
ہم مرتے ہیں تم جنگ میں مصروف ہو بیٹا

اب باگ پھراؤ علی اکبرؑ !علی اکبرؑ ۸۵ دیدار دکھاؤ علی اکبرؑ!علی اکبر
دیر اب نہ لگاؤ علی اکبرؑ! علی اکبرؑ بس لڑ چکے آؤ علی اکبرؑ! علی اکبرؑ
گر اب نہیں آنے کے تو کب آؤ گے بیٹا
ماں گھر سے نکل آئے گی تب آؤ گے بیٹا

بابا ترے صدقے مِرے رستم علی اکبرؑ ۸۶ صفدر علی اکبر، مِرے ضیغم علی اکبرؑ
یاور علی اکبر، مِرے ہمدم علی اکبرؑ جلد آکے خبر لو کہ موئے ہم علی اکبرؑ
پیری میں نہ بابا کو دغا دے ترے صدقے
چھاتی مری چھاتی سے لگا دے ترے صدقے

بانوؔ نے سُنی شہ کی جو یہ گریہ وزاری ۸۷ دروازے کے پردے کو اٹھا کر یہ پکاری
اکبرؑ کو ہوا کیا جو یہ حالت ہے تمھاری حضرت نے کہا رن میں اسے گھیرے ہیں ناری
ذرّے تو نظر آتے ہیں خورشید نہیں ہے
اکبرؑ کے پھر آنے کی اب امّید نہیں ہے

میدان میں سنتی ہو یہ تلواروں کی جھنکار ۸۸ اور برچھیوں کے پھل وہ چمکتے ہیں جو ہر بار
بی بی ترے فرزند پہ چلتے ہیں یہ سب وار وہ تشنہ دہن ایک ہے اور لاکھ ستمگار
مڑ کر ہمیں صورت بھی دکھاتے نہیں اکبرؑ
ہم دیر سے چلّاتے ہیں، آتے نہیں اکبرؑ

بیتاب ہے دل خیمے سے باہر نکل آؤں ۸۹ بانوؑ نے کہا میں بھی کھلے سر نکل آؤں
کہتی ہوئی 'ہے ہے علی اکبرؑ نکل آؤں گہوارے میں اصغرؑ کو لِٹا کر نکل آؤں
صدقے گئی قربانِ پسر ہونے دو مجھ کو
تلواروں میں اکبرؑ کی سپر ہونے دو مجھ کو

صاحب علی اصغرؑ کی قسم دے کے بلالو ۹۰ یاشاہ مِرے سر کی قسم دے کے بُلالو
اکبرؑ کو پیمبرؐ کی قسم دے کے بلالو اپنے سرِ انور کی قسم دے کے بلالو
تیروں کی جو بوچھار ہے او رتیغ زنی ہے
میداں میں یہ کیسی مِرے بچے پہ بنی ہے

حمّال سے ناقے کو محمدؐ کے منگایا ۹۱ حضرت کو بہت جب قلَقِ دل نے ستایا
اک ابرِ ستم چاند پہ چھایا نظر آیا جب اس پہ چڑھا حیدرِ کرّار کا جایا
فرمایا کہ اللہ بڑی جنگ ہے رن میں
نیزوں میں یہ اکبرؑ ہے کہ خورشید گہن میں

پہچان کے اکبرؑ کو پکارے شہِ خوشخو ۹۲ سُنبل سے نظر آئے جو اُڑتے ہوئے گیسُو
شاباش مرے شیر، مرے قوتِ بازو بابا تری جرأت پہ فدا اے مرے مہ رُو
گھبراؤ نہ، گو فوجِ ستم چھاگئی بیٹا
حیدرؑ کی لڑائی ہمیں یاد آگئی بیٹا

چلّائے شہِ دیں کہ مرے لال خبردار ۹۳ ناگاہ یہ دیکھا کہ چلا نیزۂ خونخوار
تھرّائے کلیجے کو پکڑ کر شہِ ابرار یاں سینۂ اکبرؑ سے ہوئی نوکِ سناں پار
پھل برچھی کا چھاتی سے نکلتے ہوئے دیکھا
خوں سینۂ انور سے اُبلتے ہوئے دیکھا

تھی پیاس کئی دن کی، کئی روز کا فاقا ۹۴ ہے ہے علی اکبرؑ کہا اور غش ہوئے آقا
سرپیٹ کے حمّال نے بٹھلادیا ناقا ریتی پہ گرے غش سے ہوا کچھ جو افاقا
بسمل بھی نہ اس طرح کبھی خاک پہ تڑپے
جس طرح حسینؑ ابنِ علیؑ خاک پہ تڑپے

زینبؑ تو یہ سمجھی کہ برادر ہوئے زخمی ۹۵ چلّائی یہ بانوؑ علی اکبرؑ ہوئے زخمی
حضرت نے کہا ہاں مرے صفدر ہوئے زخمی افسوس کہ ہم شکلِ پیمبرؐ ہوئے زخمی
آواز سنا کر ابھی گھوڑے سے گرے ہیں
پھل برچھی کا کھا کر ابھی گھوڑے سے گرے ہیں

خاتونِ قیامت کی صدا اِتنے میں آئی ۹۶ ہے ہے مرے پوتے نے سناں سینے پہ کھائی
اٹھارہ برس والے نے جان اپنی گنوائی اب لاش پہ نرغہ ہے، محمدؐ کی دُہائی
پھل تیغوں کے بجلی کی طرح کوند رہے ہیں
رہواروں سے لاشے کو عدُو رَوند رہے ہیں

لاشے پہ چلے خاک بسر سیّدِ عالم ۹۷ اکبرؑ کی جدائی کا پڑا خیمے میں ماتم
'فریاد محمدؐ' کی صدا آتی تھی ہر دم جُنباں تھی زمیں، کانپتا تھا عرشِ معظّم
سیدانیوں میں ہوتا تھا جب شور بکا کا
ہلتا تھا کلَس خیمۂ شاہِ شہدا کا

راوی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا ۹۸ اک بی بی نکل آئی اُٹھا خیمے کا پردہ
خورشید سا تھا بکھرے ہوئے بالوں میں چہرہ مریمؑ کوئی کہتا تھا، کوئی حضرتِ زہراؑ
دیکھا نہ گیا اشک ہمارے نکل آئے
گردوں پہ چھپا مہر، ستارے نکل آئے

اک دوش پہ، اک خاک پہ تھا گوشۂ چادر ۹۹ ہلتے تھے دُرِ گوش، کھُلا تھا سرِ انور
گرتی تھی کبھی اور کبھی چلّاتی تھی اٹھ کر ہے ہے علی اکبرؑ، علی اکبرؑ علی اکبر
منزل کا پتہ مجھ کو نہ دیتے گئے واری
اس پالنے والی کو نہ لیتے گئے واری

مقتول کے لاشے کو جو اُس بی بی نے پایا ۱۰۰ مُردے کی بلائیں لیں کلیجے سے لگایا
پھر سینے کو ہاتھوں سے یہ پیٹا کہ غش آیا ہاتھ اُس کا پکڑ کر شہِ بیکس نے اٹھایا
خیمے میں بصد غم اسے پہنچا کے پھر آئے
روتے ہوئے دروازے تلک جا کے پھر آئے

اس وقت یہ راوی نے کسی شخص سے پوچھا ۱۰۱ ہے کون یہ خاتونِ معظّم مجھے بتلا
مریمؑ ہے کہ سارہؑ ہے، خدیجہؑ ہے کہ زہراؑ میں نے کبھی یہ نور کسی میں نہیں دیکھا
اس نے کہا یہ زینبِ آوارہ وطن ہے
بیٹی ہے علیؑ کی شہِ والا کی بہن ہے

بس طُول انیسؔ جگر افگار کہاں تک ۱۰۲ پہنچی یہ تری نظم شہِ کون و مکاں تک
پر حرفِ تکبّر کبھی لانا نہ زباں تک تو خاک ہے، کر عجز کیا جائے جہاں تک
سب کچھ تجھے آقا کے تصدّق سے مِلا ہے
اس نظم کی تعریف، سخن فہم صِلا ہے